دعوتِ دین میں انسانی نفسیات کا لحاظ: اسوۂ صحابیات کا مطالعہ

(Considerations of Human psyche in *Da'wah*: A Study of the Conduct of *Ṣaḥābiyāt*)

* ڈاکٹر سجاد احمد

*** غزالہ اشرف

***ڈاکٹر محمد اقبال

Abstract

Da'wah, or inviting people to Islam, is a requisite responsibility of every Muslim. Islam provides very important and comprehensive principles for *Da'wah*. One of the most important principles is to consider the human psyche while preaching. Muslim preachers have always upheld this principle. The present article explores the conduct of *Ṣaḥābiyāt* in this regard. It finds that *Ṣaḥābiyāt* paid close attention to the human psyche in their preaching. It suggests that preachers, particularly female preachers should adopt the methodology of the *Ṣaḥābiyāt* to make their *Da'wah* activities fruitful.

Keywords: *Da'wah*, psyche, *Ṣaḥābiyāt*, conduct

جس طرح ایک بیج کے نشو و نما پانے کے لیے تنہا بیج کی صلاحیتوں ہی پر نظر نہیں رکھنی پڑتی، بلکہ زمین کی آمادگی و مستعدی اور فصل و موسم کی سازگاری و موافقت کا بھی لحاظ رکھنا پڑتا ہے، اسی طرح کلمۂ حق کی دعوت میں مجرد حق کی فطری صلاحیتوں پر ہی اعتماد نہیں کر لینا چاہیے بلکہ یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ جن لوگوں کے سامنے وہ حق پیش کیا جا رہا ہے دعوت

**اسسٹنٹ پروفیسر، انسٹیٹیوٹ آف اسلامک سٹڈیز، میر یونی ورسٹی آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی، میرپور، آزاد کشمیر

**ایم فل سکالر، انسٹیٹیوٹ آف اسلامک سٹڈیز، میر یونی ورسٹی آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی، میرپور، آزاد کشمیر

***ہیڈ ٹیچر، گورنمنٹ ایلیمنٹری سکول، ظہیر آباد، چشتیاں، بہاولنگر

کے وقت نفسیاتی نقطۂ نظر سے ان کی حالت کیا ہے۔[2] اگر داعی لوگوں کی نفسیات، ذوق و مزاج اور ان کے جذبات و میلانات کی رعایت نہ کرسکے تو اس چیز کے امکانات بہت کم ہو جاتے ہیں کہ لوگ اس کی باتوں کو سنیں اور ان پر توجہ دیں۔ آپ ﷺ نے صحابۂ کرام کو تاکید فرمائی تھی کہ: **یسروا ولا تعسروا، بشروا ولا تنفروا۔**[3] "آسانیاں پیدا کرو مشکلیں کھڑی نہ کرو، انھیں خوش خبری سناؤ اور دین سے متنفر نہ کرو۔" اس حدیث میں انسانی نفسیات ہی کا لحاظ رکھتے ہوئے ارشاد ہوا ہے۔ صحابیاتؓ کی دعوت کی مقبولیت کی ایک اہم وجہ یہی تھی کہ انھوں نے ہمیشہ دعوت و تبلیغ میں انسانی نفسیات کا خیال رکھا۔ زیر نظر سطور میں صحابیات کی سیرت کے تناظر میں اسی موضوع کا مطالعہ پیش نظر ہے۔

مدعو کی تعریف و تحریک/حوصلہ افزائی

بسا اوقات مدعو کی تعریف و توصیف اور حوصلہ افزائی اس کو داعی کے اس قدر قریب کر دیتی ہے کہ اس کے بعد دعوت کا کام آسان ہو جاتا ہے، صحابیات نے دعوت و تبلیغ میں اس اسلوب کو بھی استعمال کیا، چنانچہ جب لوگ دور دراز سے صحابیاتؓ کی خدمت میں طلب علم، مسائل دینیہ کی سوجھ بوجھ حاصل کرنے کے لیے آتے تو نہایت کشادہ دلی اور خندہ پیشانی سے ان کا خیر مقدم کرتیں۔ پہلی وحی کے نزول کے بعد آپ ﷺ کو جو نفسیاتی اضطراب درپیش تھا اس میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کی بھرپور حوصلہ افزائی کی، نیز خود سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔[4] بخاری کی روایت کے مطابق حضور نے حضرت خدیجہ سے سارا واقعہ بیان کرکے فرمایا کہ مجھے اپنی جان کا ڈر ہے، حضرت خدیجہ نے کہا ہرگز نہیں، اللہ کی قسم، اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی بھی رسوا نہیں کرے گا، آپ تو صلہ رحمی کرتے ہیں، ناتوانوں کا بوجھ اپنے اوپر لیتے ہیں، محتاجوں کے لئے کماتے ہیں، مہمان کی مہمان نوازی کرتے ہیں اور حق کی راہ میں مصیبتیں اٹھاتے ہیں۔[5] یہ کلمات ایمان کی روشنی سے منور ہیں، جو کہ رسول اللہ کو ان کے بہتر مستقبل کی یقین دہانی کرا رہے ہیں۔ یہ الفاظ آپ کو اس ذہنی اضطراب سے دور کر رہے ہیں، جس نے آپ کو شدید مشقت میں مبتلا کیا ہے۔ انسانی نفسیات اس طرح کے غیر یقینی کیفیات کو یک دم قبول کرنے سے قاصر ہوتی ہے. لیکن حضرت خدیجہ کے یہ مبارک الفاظ آپ علیہ السلام کے لیے قوت یقین، صبر واستقامت اور انسانیت کو شرک کے اندھیرے سے ایمان کی روشنی کی طرف لے جانے کا ذریعہ بنے۔[6]

---

[2] مولانا امین احسن اصلاحی، دعوتِ دین اور اس کا طریقہ کار (لاہور: فاران فاؤنڈیشن، س ن)، 133۔

[3] محمد بن اسماعیل البخاری، صحیح البخاری (دار طوق النجاۃ: 1422)، 17، **کتاب العلم، باب ما کان النبی صلی اللہ علیه وسلم یتخولهم بالموعظه الحسنه**، رقم الحدیث: 69۔

[4] دیکھیے: ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، (ط ۲، المدینۃ المنورۃ مکتبۃ العلوم والحکم، 1408ھ)، 8: 17؛ مصطفی السباعی، السیرۃ النبویۃ (بیروت: مکتب الاسلامی، ب ت)، 56۔

[5] البخاری، صحیح البخاری، **باب كَيْفَ كَانَ بَدْءُ الوَحْيِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ**، 1: 6،، رقم الحدیث: 3۔

[6] محمد صادق ابراہیم، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (دمشق: دار القلم، 1985)، 307۔

حق اور سچائی پر ڈٹے رہنے کی نفسیاتی تربیت کی ایک عملی مثال حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے پیش کی۔حافظ ذھبی نے روایت نقل کی ہے میں اور میرا بھائی (عبد اللہ ابن زبیر) قتل ہونے سے دس دن پہلے اپنی والدہ کے پاس حاضر ہوئے ۔وہ اس وقت تکلیف میں تھیں۔عبد اللہ نے پوچھا: آپ کیسی ہیں؟انھوں نے فرمایا: تکلیف میں ہوں۔انھوں نے عرض کیا: یقینا موت میں عافیت ہے۔انھوں نے فرمایا: "شاید تجھے میرا مرنا پسند ہے،ایسے نہ کرو" اور ساتھ ہی ہنسنے لگیں، پھر فرمایا: "اللہ کی قسم! میں تمھاری دو باتوں میں سے ایک بات تک پہنچنے تک موت کی خواہش نہیں رکھتی، یا تو تم قتل کر دیے جاؤ اور میں اس پر ثواب حاصل کروں، یا تم کامیاب ہو جاؤ اور میری آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں، خبردار ! موت کے ڈر سے کسی نامناسب تجویز کو قبول نہ کرنا۔" [7] گویا حضرت اسماءؓ نے اپنے بیٹے کی نفسیات کا خیال رکھتے ہوئے ان کی حوصلہ افزائی کی تاکہ ان کے قدم حقیقی مقصد سے ڈگمگا نہ جائیں۔

سیدہ خنسا رضی اللہ عنہا کے چار بیٹوں نے جنگ قادسیہ کے لیے روانگی کا اعلان سنا تو چاروں بیٹوں نے جلدی سے ہتھیار زیب تن کر لیے۔ان کی بہادر والدہ اپنے بیٹوں کو حوصلہ دلانے لگی وہ اپنے بہادر مسلح بیٹوں کو نظر بھر کے دیکھنے لگی۔اسے دکھائی دے رہا تھا کہ شاید اس کا اپنے بیٹوں کے ساتھ زندگی کا آخری لمحہ ہو، پھر انھوں نے اپنے بیٹوں سے مخاطب ہو کر کہا: "اے میرے پیارے بیٹو! تم نے بخوشی اسلام قبول کیا اور اپنی پسند کے مطابق ہجرت اختیار کی، اور اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں! تم ایک آدمی کے بیٹے ہو اور تمھیں ایک ماں نے جنم دیا ہے۔میں نے تمھارے باپ کے ساتھ کبھی خیانت نہیں کی اور نہ تمھارے ماموں کو کبھی رسوا کیا اور نہ تمھارے حسب نسب میں کوئی آمیزش آنے دی۔تم یہ بات اچھی طرح جانتے ہو کہ مسلمانوں کے لیے کافروں کے ساتھ جنگ کرنے کا کس قدر ثواب ہے اور تم اس بات کو اچھی طرح جان لو کہ باقی رہنے والا گھر فنا ہونے والے گھر سے کہیں بہتر ہے۔"اللہ سبحانہ تعالیٰ فرماتا ہے: "اے اہل ایمان (کفار کے مقابلوں میں) ثابت قدم رہو اور استقامت رکھو اور (مورچوں پر) جمے رہو اور خدا سے ڈرو تاکہ مراد حاصل کرو۔" [8] پھر فرمایا: "جب تم صحت و عافیت کے ساتھ صبح کے وقت اٹھو تو اپنے دشمن سے نبرد آزما ہونے کے لیے چاق و چوبند ہو کر میدان جنگ میں اترو۔جب لڑائی کی آگ بھڑک اٹھے، زور کا رن پڑھے تو پورے جوش و ولولے کے ساتھ اس میں داخل ہو جاؤ، پھر یا تم غازی بن کر کامیابی حاصل کروگے اور مال غنیمت حاصل کرکے لوٹوگے یا شہید ہو کر خلد بریں کے معزز مہمان بن جاؤگے، ہر دو صورت میں کامیابی تمھاری قدم بوسی کرے گی۔" [9] ایک مومن ماں نے اپنے مومن بیٹوں کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے ان کے دلوں میں بہادری کی رمق پیدا کر دی اور وہ اپنی والدہ کی جانب سے حوصلہ پا کر ایک اکھڑ مزاج اور ظالم دشمن کے مقابلے کے لیے روانہ ہوئے اور اپنی والدہ کی وصیت کو میدان جنگ میں اترنے کے لیے زاد رہ بنالیا۔

---

[7] شمس الدین الذہبی، سیر اعلام النبلا (القاہرہ: دار الحدیث، 2006ء)، 2: 293۔

[8] آل عمران 3: 200۔

[9] صلاح الدین عبد اللہ الصفدی، الوافی بالوفیات (بیروت: دار إحیاء التراث، 2000ء)، 3: 461-462۔

سوال وجواب / باہمی گفت گو

مخاطب کو اپنی دعوت کی طرف متوجہ کرنے اور اس کو ذہن نشین کرانے کے لیے ایک مؤثر ذریعہ، باہمی گفت گو اور بات چیت کا بھی ہے۔ بالخصوص اگر سوال اور بحث کسی پوشیدہ حقیقت کی نقاب کشائی کے لیے ہو تو اس سے نہ صرف سائل بلکہ دوسرے لوگ بھی گمراہ ہونے سے محفوظ ہو جاتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ صحابیات نے مثبت اور تعمیری سوالات کرنے والوں کی حوصلہ افزائی کی، اوران کو پورے علمی اور تحقیقی انداز میں جوابات مرحمت فرمائے۔

موطا میں حضرت عروہ بن زبیر کی روایت ہے کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا اور میں اس وقت بچہ تھا کہ یہ جو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے نشانیاں ہیں لہٰذا کوئی شخص حج یا عمرہ کا ارادہ کرے تو ان کا طواف کر لینے میں کوئی مضائقہ یعنی گناہ نہیں ہے۔[10] اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص صفا اور مروہ کا طواف نہ بھی کرے تو بھی اس پر کوئی گناہ نہیں ہے! تو حضرت عائشہ نے فرمایا: یہ بات نہیں۔ اگر یہ بات ہوتی تو اللہ تعالیٰ اس طرح فرماتا کہ اگر کوئی ان کا طواف نہ بھی کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ درحقیقت یہ آیت انصار کے حق میں نازل ہوئی ہے، کیونکہ وہ احرام کی حالت میں منات بت کا نام لیتے تھے جو قدید کے پاس رکھا ہوا تھا۔ انصار کو صفا اور مروہ کا طواف اچھا معلوم نہیں ہوتا تھا۔ جب اسلام آیا تو انھوں نے آں حضرت ﷺ سے اس کے متعلق دریافت کیا تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے نشانیاں ہیں تو جو کوئی حج یا عمرہ کرے تو ان کا طواف کرنے پر اس پر کوئی مضائقہ نہیں ہے۔[11] حضرت عائشہؓ نے اس مکالماتی گفت گو میں صحابی کی نفسیات کا خیال رکھتے ہوئے انھیں اس قدر جامع انداز میں عقلی دلائل کے ساتھ بات سمجھا دی کہ کسی قسم کی غلط فہمی کا کوئی شائبہ نہ رہا، اور صحیح بات بھی ان تک پہنچ گئی۔ اسی طرح بعض لوگ مختلف مسائل میں ازواج مطہرات بالخصوص حضرت عائشہ کی طرف رجوع کرتے تھے۔ بعض مسائل کے پوچھنے میں جھجک اور شرم مانع آتی تھی تو ام المومنین حضرت عائشہؓ سائلین کی حوصلہ افزائی فرماتیں، چنانچہ ابو موسیٰ اشعریؓ کو ایک مسئلہ کے دریافت کرنے میں حیا اور شرم مانع ہوئی، تو آپ نے ان کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے فرمایا: **لا تستحي أن تسألني أما كنت سائلا عنه أمك التي ولدتك فانما أنا أمك** [12]"

---

[10] البقرہ 2: 158۔

[11] مالک بن انس، موطأ (الامارات: موسسۃ زاید بن سلطان، 2004ء)، 1: 373، **كتاب الحج، باب جامع السعي**، رقم الحدیث: 129۔

[12] محمد بن مسلم الحجاج، صحیح مسلم (بیروت: داراحیاالتراث العربی، ب ت)، 135، **كتاب الحيض، باب نسخ الماء من الماء وجوب الغسل**، رقم الحدیث: 785۔

حضرت فاطمہ بنت خطاب نے اسلام قبول کیا تو حضرت عمر رضی اللہ غصہ کی حالت میں ان کے گھر گئے اور انھیں اس قدر زود و کوب کیا کہ وہ لہو لہان ہو گئیں، لیکن اس کے باوجود ان کے موقف میں کمزوری نہ آئی اور جرات کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا: **نَعَمْ،قَدْأَسْلَمْنَاوَآمَنَّا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ،فَاصْنَعْ مَا بَدَا لَكَ.وَلَمَّا رَأَى عُمَرُ مَا بِأُخْتِهِ مِنَ الدَّمِ نَدِمَ عَلَى مَا صَنَعَ۔**[13] "ہاں میں نے اسلام قبول کر لیا ہے، اب جو کرنا ہے کر گزرو! عمر نے جب اپنی بہن کا خون آلود چہرہ دیکھا تو بہت شرمندہ ہوئے۔ پھر آپ کی بہن نے فرمایا: ہم آپ کی بابت پریشان ہیں۔ حضرت عمر نے کہا: تم خوف نہ کھاؤ۔ انھوں نے کہا کہ وہ قرانی آیات کے صفحہ تب واپس لوٹائیں گے، جب تم اس سے تلاوت کر کے مجھے سناؤ گی! فاطمہ بنت خطاب نے فرمایا: اے میرے بھائی آپ اپنے مشرک ہونے کے سبب ناپاک ہیں، اور اس کلام کو پاک لوگوں کے سوا کوئی نہیں چھو سکتا. عمر کھڑے ہوئے غسل کیا، اور فاطمہ کو وہ صحیفہ لوٹا دیا۔ فاطمہ نے سورہ طہٰ کی چند آیات پڑھیں۔ جب وہ تلاوت کر رہی تھی حضرت عمر کا سینہ کھل رہا تھا. آپ نے فرمایا: یہ کلام کتنا بہترین ہے۔[14] فاطمہؓ بنت خطاب کا انداز بیان اور اسلوب دعوت میں ان کے نڈر اور بے باک ہونے نے حضرت عمرؓ پر گہرے اثرات ڈالے اور انھیں حیران کر دیا کہ اس دین اور کلام اللہ میں کوئی ایسی خاص بات ضرور ہے جسے ان کی بہن نے قبول کیا ہے اور اس پر دلجمعی سے قائم ہیں، اور آپ کی سخت گیری کے باوجود آپؓ کو بھی ساتھ ساتھ دعوت دے رہی ہیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ آپؓ مشرف بہ اسلام ہو گئے۔

مکالماتی گفت گو کا ایسا ہی ایک انداز ام سلیمؓ کا ہے جنھوں نے ابو طلحہ کو عقلی دلائل دیتے ہوئے اور ان کی نفسیات کو مد نظر رکھتے ہوئے انھیں دعوت دی، جس کا اثر یہ ہوا کہ وہ مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ ابن سعد کے مطابق حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے جب سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا سے نکاح کی خواہش ظاہر کی تو انھوں نے کہا: ابو طلحہ! کیا تم کو یہ خبر نہیں کہ جس بت کو تم پوجتے ہو، وہ ایک درخت ہے، جو زمین سے اگا ہے۔ اس کو فلاں حبشی نے گھڑ کر تیار کیا ہے۔" وہ بولے: "مجھے معلوم ہے۔" فرمایا: کیا تمھیں اس کی عبادت سے شرم نہیں آتی۔ انھوں نے مزید کہا: اگر آپ اسلام قبول کریں گے تو میں آپ سے شادی کے لیے تیار ہوں، اور اس کے علاوہ آپ سے کسی اور چیز کو بطور حق مہر نہیں لیتی۔ انھوں نے کہا: "مجھے مہلت دیجیے کہ میں غور کروں۔ (ام سلیم) نے بیان کیا وہ چلے گئے اور غور و فکر کیا، پھر واپس آ کر کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ کے رسول ہیں۔"[15] یوں حضرت ام سلیمؓ کا انداز بیان اور عقلی دلائل کے ذریعے نفسیاتی پہلو کو مد نظر رکھنا ان کی دعوت کی اصل کامیابی تھی، جس سے ابو طلحہؓ پر ایسا اثر ہوا کہ ایمان لے آئے۔

مناسب وقت کا انتظار/ موقع کی مناسبت

---

[13]. احمد بن حنبل، فضائل الصحابہ (بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، 1983ء)، 1: 297۔

[14]. ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ (مصر: مصطفی البابی الحلبی واولادہ، 1955ء)، 1: 135۔

[15]. ابن سعد، الطبقات، 8: 498۔

دعوت کی تخم ریزی کے لیے جیسے ہی کوئی مناسب موقع ہاتھ آئے، بڑی ہوشیاری کے ساتھ اس سے فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ صحابیاتؓ نے دعوت و تبلیغ کے لیے بارہا اس اسلوب کو اختیار کیا۔ سالم روایت کرتے ہیں کہ سعد بن ابی وقاص کی وفات کے دن میں نبی ﷺ کی زوجہ عائشہ کے ہاں آیا۔ عبد الرحمٰن بن ابی بکرؓ بھی وہاں آئے، اور وضو کیا، عائشہؓ نے فرمایا: "اے عبد الرحمٰن وضو پورا کرو، یقینا میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے، ایڑیوں کے لیے (جہنم کی) آگ ہے۔ یعنی جو ایڑیاں دوران وضو خشک رہ جائیں وہ جہنم کی آگ میں داخل کی جائیں گی۔"[16] یوں حضرت عائشہؓ نے موقع کی مناسبت سے اپنے بھائی کے اس عمل کی نکیر رسول کے قول کے مطابق کی، تاکہ ان کے دل میں اس بات کا اثر پیدا ہو جائے اور آیندہ اس طرح کی غلطی سے بچے رہیں۔

حضرت خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا نے امیر المومنین حضرت عمرؓ کو نصیحت فرمائی کہ وہ ایک بہت بڑے منصب میں فائز ہیں جس کا خیال رکھتے ہوئے اپنی رعایا کے ساتھ کے حسن سلوک سے پیش آئیں۔ ایک مرتبہ حضرت عمر کچھ ساتھیوں کے ساتھ مسجد سے نکلے. ایک خاتون ان سے کہنے لگی: "عمر ایک زمانہ تھا جب میں نے تمہیں عکاظ کے میلے میں دیکھا تھا کہ تم بچوں کو ڈنڈا لیے ڈراتے، دھمکاتے تھے، اس وقت تم بہت ہی چھوٹے تھے، اسی وجہ سے لوگ تمھیں عمیر کہتے تھے۔ جب تم جوان ہوئے تو لوگ تمھیں عمر کہنے لگے۔ اور اس پر کچھ زیادہ عرصہ گزرنے نہیں پایا کہ تم امیر المومنین کہلائے جانے لگے ہو۔ سوچو اللہ نے تمھیں کہاں سے کہاں پہنچایا اور رعایا کے ساتھ اپنی فطری سختی روانہ رکھو بلکہ ان کے معاملہ میں اللہ سے ڈرتے رہو۔ یہ بات ذہن نشین کر لو کہ جس شخص کو اللہ کے عذاب کا خوف ہوگا، وہ قیامت کو دور نہیں سمجھ سکتا۔ اور جس کو موت کا کھٹکا لگا وہ لاابالی زندگی نہیں گزار سکتا بلکہ اس کو نیکیوں کو ہاتھ سے چھوٹ جانے کا ہر وقت خدشہ رہتا ہے۔" حضرت عمر کے ساتھ اس وقت جو ساتھ تھے انھوں نے خولہ سے کہا تم نے امیر المومنین پر ضرورت سے زیادہ نصیحت شروع کر دی ہے۔ حضرت عمر نے انھیں ٹوکا اور فرمایا: "انہیں نصیحت کرنے دو تم جانتے نہیں ہو کہ یہ خولہؓ بنت ثعلبہ ہیں۔"[17] یوں حضرت خولہؓ نے موقع کی مناسبت سے انھیں ایک ایمان امروز نصیحت فرمائی جسے حضرت عمرؓ نے بلا کسی روک ٹوک کے غور سے سنا، تاکہ وہؓ منصب خلافت کی ذمہ داریاں مکمل ذمہ داری کے ساتھ نبھا سکیں۔

ام حکیم فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئیں، اور نبی صلی اللہ ﷺ سے اپنے خاوند عکرمہ کے لیے امان طلب کی جو کہ یمنکی طرف فرار ہو گیا تھا وہ اس کی تلاش میں نکلیں یہاں تک کہ وہ لے کر آپ ﷺ کی خدمات میں پہنچیں، اور وہ مسلمان ہو گئے اور دونوں کا سابقہ نکاح برقرار رہا۔[18] ایک اور روایت میں ام حکیم رضی اللہ عنہا کا انداز دعوت بھی محفوظ ہے جس

---

[16] محمد بن احمد الحنبلی، تعلیقۃ علی العلل لابن ابی حاتم (الریاض: اِضواء السلف، ب ت)، 206۔

[17] ابن عبد البر القرطبیّ، الاستیعاب (بیروت: دار الجیل، 1992ء)، 4: 1831۔

[18] القرطبیّ، الاستیعاب، 4: 1932۔

میں وہ فرماتی ہیں: جئتك من عند اوصل الناس،و ابر الناس،وخير الناس،لا تهلك نفسك[19]میں آپ کے ہاں ایک ایسے شخص کے پاس سے آئی ہوں جو کہ تمام لوگوں میں سے سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والے، سب سے زیادہ نیکی کرنے والے اور سب سے بہتر انسان ہیں، آپ اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالیے۔ یوں ام حکیم نے نہایت حکمت سے اپنے شوہر کی نفسیات کا خیال رکھتے ہوئے انھیں دعوت دین دی، اور موقع کی مناسبت سے انھیں سمجھایا کہ وہ اپنی دنیا اور آخرت سنوارنے کے لیے صحیح فیصلہ کریں، ام حکیمؓ کی دعوت کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان کے شوہر نے اسلام قبول کر لیا۔

مناسب طلب/آمادگی کا ہونا

دعوت و تبلیغ کے لیے ذہنی آمادگی اولین شرط ہے. جب کوئی شخص کسی مسئلہ کو جاننے کی خواہش کرے، اس کے بارے میں سوال کرے، اور اس کا دل اس کی طرف متوجہ ہو، اس وقت مسئلہ بتانے سے اس کا اثر زیادہ ہوتا ہے، اور زیادہ پختگی سے ذہن نشین ہو جاتا ہے۔ صحابیات رضی اللہ عنھن کی سیرت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب تک مخاطب کی ذہنی آمادگی اور خلوص نیت کا جائزہ نہ لے لیتے اس وقت تک اس کو دعوت نہ دیتے تھے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ نے حضرت عائشہ کو لکھا: مجھے ایک مختصر سی نصیحت لکھ دیجیے. انھوں نے انتہائی موثر اور ایک حاکم وقت کو رہنمائی کا کام دینے والا حضور ﷺ کا یہ ارشاد لکھ بھیجا: جو شخص لوگوں کو ناخوش کرکے اللہ کی رضا تلاش کرے، لوگ اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے کیونکہ اللہ تعالی اس کو انسانوں کے شر سے بچا لیتا ہے۔ لیکن جو شخص اللہ کو خفا کرکے لوگوں کی رضا ڈھونڈے تو اللہ تعالی اس کو انھی کے حوالے کر دیتا ہے۔[20] اس طرح امیر معاویہؓ کی طلب اور نصیحت حاصل کرنے کی آمادگی پر حضرت عائشہؓ نے ان کو بہترین انداز میں نصیحت فرمائی، تاکہ وہ اپنی منصبی ذمہ داریوں کو احسن انداز سے پورا کر سکیں۔

صحابۂ کرامؓ امہات المومنینؓ سے بسا اوقات خود آ کر بہت سے مسائل اور سوالات پوچھا کرتے تھے، جس کی ایک مثال حضرت علقمہؒ کی ہے کہ انھوں نے عائشہؓ سے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں پوچھا کہ غم اور پریشانی کے موقع پر آپ کا کیا عمل ہوتا تھا، جس کا جواب حضرت عائشہ نے بہترین انداز میں نصیحت کے ساتھ دیا۔ فرمایا: "رسول صلی اللہ علیہ وسلم سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے جو اس وقت زخمی تھے اور حالت نزاع میں تھے، سیدنا ابو بکرؓ اور عمرؓ بھی پہنچ گئے۔ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے! میں نے اپنے حجرے میں سیدنا ابو بکر اور عمر کے رونے کی آواز سنی۔ سیدنا علقمہ رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: اے اماں جان! ایسے غمناک مواقع پر رسول صلی اللہ ﷺ کا کیا طرز عمل ہوتا تھا؟ حضرت عائشہ نے فرمایا: رسول ﷺ کسی کے فوت ہونے پر آنسو نہیں بہاتے تھے البتہ آپ کو جب کوئی غم لاحق ہوتا تو آپ اپنی داڑھی کو اپنے ہاتھ سے پکڑ لیا کرتے تھے۔[21]

---

[19]. محمد بن عبد الباقی بن یوسف الزرقانی، شرح الزرقانی (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1901م)،3: 204۔

[20]. ابن المبارک، الزہد والرقائق (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، ب ت)،1: 66، باب الاخلاص والنیہ، رقم الحدیث: 199۔

[21]. ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، 459۔

جب منافقین نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان باندھا تو نبی ﷺ نے ام ایمن سے پوچھا کہ تم عائشہ کے بارے میں کیا جانتی ہو؟ وہ تمھاری نظر میں کیسی ہے؟تو ام ایمن نے برملہ کہا: اے اللہ کے رسول اللہ ﷺ میں اپنی آنکھوں اور کانوں کا اچھی طرح خیال رکھتی ہوں، میری معلومات کے مطابق عائشہ سراپا خیر و برکت ہے۔"[22] ام ایمن سے آپ نے حضرت عائشہؓ کے بارے میں رائے لی تاکہ آپ کسی حد تک حقیقت تک پہنچ سکیں،اس کا جواب ام ایمنؓ نے مدبرانہ انداز میں حقیقت بیان کرتے ہوئے دیا تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حقیقت پتا چل جائے اور آپ مطمئن ہو جائیں۔

سمرہ بن جندب خواتین کو ان نمازوں کی قضا کا حکم دیا کرتے تھے جو ایام ماہواری کے دوران قضا ہوتی تھیں،جب اس بات کی اطلاع ام سلمہ تک پہنچی تو انھوں نے اس بات کی نکیر فرمائی کہ نبی صلی اللہ ﷺ کی عورتوں میں سے ایک عورت چالیس دنوں تک نفاس کی وجہ سے بیٹھی تھی، لیکن نبی اس کو ایام نفاس کی چھوڑی ہوئی نمازوں کو قضا کا حکم نہ دیتے۔" [23]

دعوت میں ایجاز واختصار

دعوت و تبلیغ کو مؤثر بنانے کے لیے مضامینِ دعوت کا واضح،دو ٹوک اور مختصر ہونا بھی ایک بہترین اسلوب ہے .صحابیات رضی اللہ عنھن کے دعوتی و تبلیغی خطبات میں فصاحت و بلاغت کے ساتھ ساتھ ایجاز واختصار کی جھلک بڑی نمایاں ہوتی تھی۔ حضرت اسماء بنت ابو بکر رضی اللہ عنہا اپنے شوہر زبیر بن عوام کے ساتھ مفلسی کی زندگی بسر کی، لیکن کچھ عرصے کے بعد جب مالی حالت بہتر ہوئی تو ان کے طرز معاشرت میں کوئی تبدیلی نہ آئی،آپ کثرت سے صدقہ و خیرات کرنے والی تھیں۔ جب انھیں بیماری میں مبتلا ہونے کے بعد صحت یابی حاصل ہوئی، تو انھوں نے اللہ کا شکر کرتے ہوئے اپنے غلام آزاد کیے اور اپنی اولاد کو سخاوت کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا: **انفقوا وتصدقوا ولا تنتظروا الفضل۔** [24]"خرچ کرو، صدقہ و خیرات دو اور فروانی کا انتظار نہ کرو۔" دعوت و تبلیغ کا یہ انوکھا انداز جس میں اختصار و ایجاز پایا جائے، وہ مخاطب کے دل و دماغ میں رچ بس جاتا ہے اور اسے ذہنی اکتاہٹ محسوس نہیں ہوتی۔

مخاطب کی عزت نفس کا خیال رکھنا/عمومی وضاحت پر اکتفا کرنا

اگر داعی غلطی کرنے والے کو براہ راست مخاطب کرنے کے بجائے اشارے کنایے میں اس کی غلطی کو واضح کرتا ہے تو اس صورت میں غلطی کرنے والے کی عزت نفس مجروح نہیں ہوتی، نیز وضاحت کے اس عمومی انداز سے مخاطب کی طرف سے کسی قسم کے منفی رد عمل کا بھی کوئی خطرہ نہیں رہتا اور شیطان اس کے انتقامی جذبات کو ہوا دے کر انتقام کی طرف مائل نہیں کر سکتا۔ ویسے بھی اس اسلوب سے مخاطب کے دل میں داعی کی قدر و منزلت بڑھ جاتی ہے اور وہ اس کی بات کو

---

[22] محمد بن عمر الواقدی، المغازی، (بیروت: دار الأعلمی، 1989م)، 2: 426۔

[23] البیہقی، سنن الکبریٰ (بیروت: دار لکتب العلمیة، 2003م)، 1: 504، کتاب الحیض، باب النفاس، رقم الحدیث: 1608۔

[24] ابو نعیم الأصبہانی، حلیة الأولیاء وطبقات الأصفیاء (مصر: السعادة بجوار محافظة، 1974م)، 1: 333۔

زیادہ توجہ اور انہماک سے سنتا ہے۔ صحابیات نے بارہا اس اسلوب کو اختیار کیا اور غلطی کرنے والے کو براہ راست مخاطب کرنے کے بجائے عمومی وضاحت پر اکتفا کیا، تاکہ مخاطب کی عزت نفس بھی مجروح نہ ہو، اور اس کی اصلاح بھی ہو جائے۔

حضرت بریرہ رضی اللہ عنہانے عبد الملک کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: اے عبد الملک! میں تم میں کچھ خصلتیں دیکھتی ہوں اور بلاشک و شبہ تم اس منصب کو پانے کے اہل ہو، اگر تمھیں اس منصب پر فائز کیا گیا تو خون ریزی سے بچنا کیوں کہ میں نے یقینا رسول صلی اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: بلاشک و شبہ مسلمان کا سنگھی کی بھرائی کے برابر ناحق خون بہانے والے شخص کو جنت کے دروازے کو دیکھنے کے بعد وہاں سے دھتکار دیا جائے گا۔"[25] یعنی بریرہؓ نے عبد الملک کی عزت نفس کا خیال رکھتے ہوئے انھیں نصیحت کی، جس کا تذکرہ عبد الملک خود کیا کرتے تھے۔

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کی رائے یہ تھی کہ اگر کوئی آدمی فوت ہو جائے اور اس کے گھر والے اس پر روئیں تو خواہ اس میت نے ان کو وصیت کی ہو یا نہ کی ہو اس کو عذاب دیا جاتا ہے، جب اس بات کی اطلاع حضرت عائشہؓ کو ہوئی تو انھوں نے اس نظریے کو رد کیا اور ان کی عزت نفس کو مد نظر رکھتے ہوئے عمدہ انداز میں رسول صلی اللہ ﷺ کی حدیث سے دلیل دی کہ اللہ تعالیٰ ابو عبد الرحمٰن کو معاف فرمادے! انھوں نے جھوٹ تو نہیں بولا، لیکن وہ بھول گے ہیں، یا ان سے چوک ہوئی ہے (اصل صورت حال یہ تھی کہ ایک یہودی عورت کے جنازے سے گزرے، جس پر رویا جارہا تھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلمنے فرمایا: "وہ تو اس پر رو رہے ہیں، اور اس کو یقینا قبر میں عذاب دیا جائے گا۔"[26]

تشبیہ و تمثیل سے وضاحت

استعارہ، تشبیہ اور تمثیل فصیح و بلیغ کلام کا لازمی عنصر ہیں، جو کلام کا زیب و زینت اور زیور شمار کئے جاتے ہیں، ان کی وجہ سے معنی و مفہوم قریب الفہم ہو جاتا ہے، نازک تشبیہ و تمثیل اور لطیف استعارے سے کلام میں جو زور وسعت اور قوت پیدا ہوتی ہے وہ کسی اور ذریعے سے ممکن نہیں۔ صحابیاتؓ دعوت و تبلیغ اور لوگوں کی تربیت میں اس اسلوب کو اختیار کرتیں تھیں۔ ابو طلحہ کا بیٹا جو ام سلیم سے تھا، فوت ہو گیا۔ ام سلیم نے اپنے گھر والوں سے کہا: تم ابھی ابو طلحہ کو بیٹے کی وفات کے بارے میں نہ بتانا، میں اسے خود بتاؤں گی، ابو طلحہ گھر آیا، ام سلیم نے اس کی خدمت میں شام کا کھانا پیش کیا، انھوں نے کھانا تناول کیا بعد ازاں اپنی بیوی کے ساتھ ہم بستر ہوا، جب ام سلیم نے دیکھاکے وہ کھانے پینے اور حاجت براری سے آسودہ حال اور خوش دل ہو چکا ہے، تو فرمایا: "اے ابو طلحہ کچھ لوگوں نے کوئی چیز امانت کے طور پر رکھی ہو، اور پھر وہ اپنی چیز کو واپس لینے کا مطالبہ کر دیں تو کیا وہ چیز ان کو واپس نہیں کرنی چاہیے؟ انھوں نے کہا کیوں نہیں، ان کا حق ہے کہ ان کی وہ چیز ان کے سپرد کر دی جائے، سیدہ ام سلیم نے فرمایا: دیکھیے ہمارا بیٹا ہمارے پاس اللہ کی امانت تھا، آج اس نے ہم سے اپنی امانت واپس

---

[25] القرطبی، الاستیعاب، 4: 1795۔

[26] ابن حبان، صحیح ابن حبان (بیروت: مؤسسة الرسالة، 1993م)، 7: 394، **كتاب الجنائز، فَصْلٌ فِي أَحْوَالِ الْمَيِّتِ فِي قَبْرِهِ**، رقم الحدیث: 3121۔

لے لی ہے، وہ اللہ کو پیارا ہو چکا ہے، آپ صبر کا دامن تھامتے ہوئے اللہ کے ہاں اجر و ثواب کی نیت کر لیجیے۔[27] ام سلیم کا یہ انداز نہایت مدبرانہ اور منفرد تھا، جس میں انھوں نے پہلے اپنے شوہر کو ان کی خدمت کر کے خوش کیا، پھر انھیں مثال دے کر عمدہ انداز میں اپنی بات پہنچادی، جس کا اثر یہ ہوا کہ ابو طلحہؓ نے صبر و حوصلہ سے ان کی بات کو سنا، اور اللہ کا شکر ادا کیا۔

ام معبد نے ابو معبد کو نبی صلی اللہ ﷺ کے اوصاف اس قدر فصیح و بلیغ انداز میں بیان کیے کہ وہ دھنگ رہ گیا اور آپ ﷺ کی اطاعت کا تہیہ کر لیا۔ کہا: چمکتا رنگ، تابناک چہرہ، خوبصورت ساخت، نہ گوندے پن کا عیب، نہ گنجے پن کی خامی جمال جہاں تاب کے ساتھ ڈھلا ہوا پیکر، سرمگیں آنکھیں، لمبی پلکیں، بھاری آواز، لمبی گردن، سفید و سیاہ آنکھیں، سیاہ سرمگیں پلکیں، باریک اور باہم ملے ہوئے ابرو، چمکدار کالے بال، خاموش ہوں تو باوقار، گفت گو کریں تو پرکشش ...یہ اوصاف سن کر ابو معبد کہنے لگا: "اللہ کی قسم یہ تو وہی شخص ہے جسے قریش تلاش کرتے پھر رہے ہیں، میں تلاش کرتا ہوں اگر مجھے مل گے تو میں ان کے ساتھ رہوں گا؛ اگر مجھے دکھائی دے تو میں ان کی پیروی کروں گا۔ پھر کہا میں ان کو تلاش کرنے میں اپنی طرف سے بھرپور کوشش کروں گا۔"[28]

جنگ احد کے موقع پر جب بہت سے لوگ میدان چھوڑ کر بھاگ رہے تھے تو ام ایمن ان پر مٹی پھینک کر انھیں کہہ رہی تھیں: **أُمّ أَيْمَنَ تَحْثِي فِي وُجُوهِهِمْ التّرَابَ، وَتَقُولُ لِبَعْضِهِمْ: هَاكَ الْمِغْزَلَ فَاغْزِلْ بِهِ، وَهَلُمّ سَيْفَك!**[29] ام ایمنؓ نے بہادری اور جرات سے میدان جنگ سے بھاگنے والوں کو سوت کاتنے یعنی عورتوں کے مشابہ قرار دیا جو گھر بیٹھ کر کام کاج کرتی ہیں، ان کے اس انداز دعوت کا اثر چند لوگوں پر ہوا تو وہ واپس میدان جنگ کی طرف لوٹے۔

خلاصۂ بحث

صحابیاتؓ کے اسوے سے معلوم ہوا کہ وہ دعوت و تبلیغ میں انسانی نفسیات کو ملحوظِ خاطر رکھتی تھیں۔ ان کے اس اسلوبِ دعوت سے لوگوں کو دین کی طرف راغب کرنے میں بڑی مدد فراہم ہوئی۔ ان کا یہ انداز عصرِ حاضر کے مبلغین اور داعیات کے لیے مشعل راہ ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ صحابیاتؓ کے اسوے کو اجاگر کیا جائے۔ سکولوں، کالجوں اور جامعیات میں پڑھانے والے اساتذہ کے لیے حکومتی سطح پر باقاعدہ تربیتی پروگرامز رکھے جائیں، جن میں انھیں صحابۂ کرامؓ و صحابیاتؓ کی سیرت کی روشنی میں سکھایا جائے کہ اپنے طالب علموں اور آنے والی نئی نسل کی تربیت کیسے کی جائے۔ داعی و داعیات کو اخبارات، جرائد، ریڈیو، ٹی وی، انٹرنیٹ، پرنٹ/الیکٹرانک میڈیا کے ذریعے دعوت و تبلیغ کے کام کو منظّم اور مثبت انداز میں کیا کیا جائے۔ دعوت کا کام شروع کرنے سے پہلے داعیات اور داعی حضرات کو مناسب حد تک انسانی نفسیات پر بھی عبور ہونا چاہیے۔

---

[27] مسلم، صحیح مسلم، 4: 1909، کتاب فضائل الصحابہ، باب من فضائل ابی طلحہ الانصاری، رقم الحدیث: 2144۔

[28] ابن کثیر، السیرۃ النبویۃ (بیروت: دار المعرفۃ للطباعۃ والنشر والتوزیع، ب ت)، 2: 261۔

[29] الواقدی، المغازی، 1: 278۔